جلد: ۱
شمارہ: ۱

جنوری، فروری
۱۹۷۲

جمعیۃ التعلیم الاسلامی

اسلامی تعلیم

اس شمارہ میں

نقد و نظر
قوّت افکار — ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم
اسلامی تعلیم — " " "
ڈاکٹر محمد رفیع الدین کا نظریہ داعیہ الی العین — عبد الحمید کمالی، کراچی
اسلامی معاشیات کے چند غور طلب مسائل — میجر عبد الحمید (ریٹائرڈ)
اخلاقیات کا مسئلہ اور اس کا منہاج — ڈاکٹر برہان احمد فاروقی
تمدّن کی جانب (ترجمہ و تلخیص) — محمد المبارک

آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس
لاہور

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

قوّتِ افکار

[زیرِ نظر مقالہ "عالمی صہیونیت اور اسرائیل کا مقابلہ کیسے کیا جائے" کے عنوان سے ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم نے عرب اسرائیل جنگ کے بعد ۱۹۶۸ء میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کے زیرِ اہتمام قاہرہ میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنس کے لیے لکھا تھا لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے ڈاکٹر مرحوم اس کانفرنس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ جس طرح کے حالات ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عرب ممالک کو درپیش تھے بعینہٖ اسی طرح کے خطرناک حالات سے اب ہمارا ملک پاکستان دوچار ہے۔ عالمی صہیونیت کے دیوِ استبداد کا دراصل ایک ہی خاندان ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کہیں یہ اسرائیل کا روپ دھار کر حکایاتِ خونچکاں کو جنم دیتا ہے اور کہیں اکھنڈ بھارت کا بھیس بدل کر پاتے کوبی پر اُتر آتا ہے۔ اب جبکہ ہم سقوطِ مشرقی پاکستان کے المیہ سے دوچار ہیں، یہ مقالہ ہمارے لیے اپنے اندر فکر و نظر کے کئی پہلو رکھتا ہے ـــــ مُدیر]

اگر پُوچھا جائے کہ ہمیں عالمی صہیونیت اور اسرائیل کا مقابلہ کیسے کرنا چاہیے تو ہر سمجھ دار آدمی اس سوال کا جواب یہ دے گا کہ سب سے پہلے ہمیں آپس میں پُوری طرح سے متحد اور متفق ہونا چاہیے اور جنگ کے وقت پُوری ہم آہنگی کے ساتھ کام کرنے کے لیے مناسب تدبیروں کو پہلے ہی سے سوچ لینا چاہیے اور اس بات کی پُوری مشق کر لینی چاہیے کہ وقت آنے پر ان کو جامۂ عمل کس طرح پہنایا جائے گا۔ پھر ہمیں اپنے ایسے رازہائے سربستہ کو پُوری کوشش سے چُھپا کر رکھنا چاہیے جن کا جان لینا دشمن کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ چونکہ گوریلا جنگ فیصلہ کن نہیں ہو سکتی اور یہ ایک قطعی امر ہے کہ اسرائیل فیصلہ کے لیے ہمیں لازماً پھر ایک بڑی جنگ میں اُلجھائے گا۔ لہٰذا اس جنگ کی توقع کے پیشِ نظر ہمیں اپنے زیادہ سے زیادہ ذرائع کو کام میں لا کر اپنے آپ کو فوجی نقطۂ نظر سے پُوری طرح تیار کرنا چاہیے اور اپنی افواج کی تربیت اس طرح سے کرنی چاہیے کہ وہ ہر حالت

میں اپنے نظم اور ضبط کو قائم رکھیں اور ہر طرح کی تکالیف پر صبر کریں اور جان سے بے پروا ہو کر لڑیں۔

یہ سب باتیں بالکل درست ہیں اور ہم ان میں سے کسی ایک بات کو بھی کسی حالت میں نظر انداز نہیں کر سکتے لیکن اسرائیل کے ساتھ ہماری گزشتہ دو جنگوں نے ثابت کر دیا ہے کہ اسرائیل تن تنہا نہیں بلکہ دنیا کی کئی بڑی بڑی سلطنتیں اس کی مددگار ہیں۔ اِن ہی طاقتوں کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی وجہ سے اسرائیل نے عربوں کے ہتھیائے ہوئے علاقے واپس نہیں کیے اور یروشلم کا الحاق کرنے کی جسارت کی ہے۔ درحقیقت ان ہی طاقتوں نے اسرائیل کو جنم دیا ہے لہٰذا یہ طاقتیں ہرگز گوارا نہیں کر سکتیں کہ اسرائیل مٹ جائے یا کمزور رہے۔ یا عربوں کے بالمقابل ایک بڑی طاقت کے حقوق اور امتیازات سے محروم رہے، بلکہ درپردہ ان طاقتوں کی خواہش یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اسرائیل عربوں کے زیادہ سے زیادہ وسیع علاقوں پر قابض ہو جائے۔ حال ہی میں امریکہ کے وائس پریذیڈنٹ ہیوبرٹ ہمفری نے بڑے زور سے کہا ہے کہ:۔

"امریکہ کو چاہیے کہ وہ اسرائیل کو فوق الصوت جیٹ طیارے، جب تک کہ اسرائیل ان کی ضرورت محسوس کرے، برابر بھیجتا رہے، اور عرب ممالک کو کسی حالت میں بھی اسرائیل سے زیادہ طاقتور ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔"

پھر اسرائیل کے ساتھ ہماری گزشتہ دو جنگوں نے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ وہ لوگ جو امن کی حالت میں اسرائیل کے خلاف ہماری دوستی کا دم بھرتے ہوں، ضروری نہیں کہ وہ جنگ کے وقت بھی کھلم کھلا ہماری امداد کو نکل آئیں۔ لہٰذا کٹھن حالات میں ہمیں اپنی ہی فوجی طاقت اور جرأت اور ہمت پر انحصار کرنا ہوگا۔

اِن حالات میں ہم جنگ میں مکمل فتح حاصل کرنے کی امید صرف اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ ہماری فوجی طاقت نہ صرف اسرائیل سے بلکہ اس کے حلیفوں اور مددگاروں سے بھی زیادہ ہو، اس صورت میں ممکن ہے کہ اسرائیل کو روک دیا جائے لیکن اسے مٹایا نہیں جا سکے گا اور جب تک وہ مٹایا نہ جائے وہ ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ بنا رہے گا۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اتنی فوجی قوت بہم پہنچانا جو اسرائیل اور دنیا کی بڑی بڑی مددگار طاقتوں کی مجموعی قوت سے بھی زیادہ ہو مشکل سا کام ہے۔

تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم دشمن کو کبھی مکمل طور پر مفتوح اور مغلوب نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ فوجی اسلحہ کے علاوہ دشمن کو مغلوب اور مفتوح کرنے کا ایک اور آلہ بھی قدرت کے کارخانہ میں موجود

ہے اور یہ آلہ تمام دنیا کے مجموعی فوجی اسلحہ سے بھی کئی گنا زیادہ قوی ہے۔ وہ فوجی اسلحہ سے زیادہ سریع الحرکت ہے اور اس کی حرکت ہر قسم کی ملکی، سیاسی اور جغرافیائی حدود و قیود اور دریاؤں، پہاڑوں، سمندروں اور صحراؤں کی رکاوٹوں کے باوجود جاری رہتی ہے۔ اس کے استعمال سے دشمنوں کے دلوں کو مسخر کیا جاسکتا ہے جس سے اُن کی قوتِ مدافعت ختم ہوجاتی ہے اور اُن کے ہاتھ اٹھنے سے اور اُن کے پاؤں چلنے سے رہ جاتے ہیں اور وہ اپنے آلاتِ حرب وضرب کو بخوشی اپنے مخالفین کو سپرد کرنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں اور وہ دشمن نہیں رہتے بلکہ معاون اور مددگار بن جاتے ہیں۔ یہ ہتھیار دل کش افکار و تصورات کی قوت ہے۔ یہ قوت قوموں کی باہمی جنگ میں فیصلہ کُن ہے۔ آخر کار دنیا میں وہی قوم سب پر غالب رہے گی جس کے پاس ایسا تصوّر ہوگا جو تمام دوسرے تصوّرات سے زیادہ دل کش اور دل نشیں ہوگا اور فطرتِ انسانی کے ساتھ سب سے زیادہ مناسبت رکھنے والا اور فطرتِ انسانی کو سب سے زیادہ مطمئن کرنے والا ثابت ہوگا۔

یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ انسان اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ وہ سچّائی کا عاشق ہے اور اگر سچائی اس کے سامنے اس طرح سے آجائے کہ وہ اس کو جان لے اور پہچان لے تو پھر اس کو کبھی ترک نہیں کرسکتا۔ اس کا دیوانہ بن جاتا ہے اور اس کی خاطر اپنے تمام دوسرے تصوّرات اور نظریات کو ترک کر دیتا ہے جو اس سے متصادم ہو رہے ہوں اور پھر یہ بات بھی مُسلّم ہے کہ ہر قوم کی راہ نمائی کرنے والے لوگ وہی ہوتے ہیں جو علمی اور عقلی استعدادوں میں سب سے اونچے ہیں۔ یہی لوگ ہوتے ہیں جو سب سے پہلے سچّے تصورات سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کو قبول کرتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جدھر یہ جائیں بلا تردد اُدھر ہی چل پڑتے ہیں۔

فرض کیجیے کہ ہم ایک ایسا تصوّر دریافت کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں جو اس قدر معقول اور مدلّل ہے اس قدر صحیح اور سچّا ہے کہ تمام سائنسی علوم کے حقائق مثلاً طبیعیاتی علوم، حیاتیاتی علوم اور نفسیاتی علوم کے تمام حقائق جن میں فلسفۂ سیاست، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ تعلیم، فلسفۂ اقتصادیات، فلسفۂ قانون، فلسفۂ تاریخ، نفسیاتِ فرد اور نفسیاتِ جماعت کے تمام حقائق بھی شامل ہیں، سب مل کر اس کی صداقت کو نوعِ انسانی کے تمام تعلیم یافتہ افراد کے لیے بغیر کسی بحث اور اختلاف کے اور قطعی اور یقینی طور پر ثابت کر رہے ہوں، بلکہ یہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہی وہ تصوّر ہے جو انسان کی ساری علمی، اخلاقی، روحانی اور

تعلق رکھتی ہے اور خدا کا تصوّر دین سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے پاک کو ناپاک سے الگ کرنے کے لیے خدا کا تصوّر سائنس سے جُدا کر دیا۔ لیکن اسلام قدرت کو ناپاک نہیں سمجھتا۔ بلکہ قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ کو خدا کی معرفت کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم اپنی یونیورسٹیوں میں خدا کے تصوّر کو پھر اپنی جگہ پر لے آئیں تو یہ بات نئی نہ ہوگی بلکہ قرآن کی تعلیمات اور عقل و علم کے آزمودہ مقتضیات کے عین مطابق ہوگی اور ایسا کرنے سے ہم دنیا کو ایک پُرامن طریق سے اپنا ہم خیال بنا سکیں گے۔

اِن معروضات کی روشنی میں ہم قرآنِ حکیم کی اِن آیاتِ مبارکہ کو ٹھیک طرح سے سمجھ سکتے ہیں جن میں بڑے زور کے ساتھ مسلمان قوم کے عالمگیر غلبہ اور ظہور کی پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔

(۱) اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝

(۲) هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۝

(۳) سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ۝

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
اقبالؒ